Lesson 1: Hijr (Ayaat 1- 50): Day 3 سُوْرَةُ الْحِجر کی تفسیر

كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٢﴾

اسی طرح ہم اس (تکذیب وضلال) کو گنہگاروں کے دلوں میں داخل کر دیتے ہیں ﴿١٢﴾

یہ بڑی اہم آیت آگئی۔ لفظ نَسْلُكُهٗ آیا ہے، س، ل، ک، سَلَکَ، اس کے مختلف معنی ہوتے ہیں۔ ایک معنی ہے پرونا، جیسے دھاگے میں موتی پروتے ہیں وہ والا، اسی طرح ایک معنی ہے داخل کرنا، تیسرا معنی ہوتا ہے راستے کے ساتھ ساتھ چلنا۔ پہلے جو لفظ آیا "سَلَکَ" جس کا معنی پرونا۔ تو جیسے سوئی میں دھاگہ پرویا جاتا ہے، تو سوئی کو اُس میں داخل کرنا بڑتا ہے۔ کپڑے میں یا دھاگے کو سوئی میں ڈالنا پڑتا ہے، تو پہلا اس کا معنی یہ ہوا کہ یہ قرآن مجرموں کے دلوں میں سوئیوں کی طرح چُبھتا ہے، ان کو قرآن سُنتے ہوئے تکلیف ہوتی ہے۔ جیسے کوئی چیز کسی کو ناگوار حد تک بُری لگے اُس کو اس طرح یہ قرآن بھی ناگوار لگتا ہے۔

دوسرا اس کا معنی ہے داخل ہونا، تو داخل ہونے سے مراد کیا ہے، کہ کوئی مانے نہ مانے لیکن دل میں قرآن داخل ضرور ہوتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ تعصب کی وجہ سے اس کو نہیں سُنتے۔ مکّی دور کا ایک بڑا خوبصورت واقعہ آتا ہے کہ اِن لوگوں نے اللہ کے نبیؐ کی مخالفت کی ٹھانی لیکن جب اللہ کے نبیؐ قرآن پڑھتے تھے تو اِن کو مزہ بہت آتا تھا۔ ایک دن تین دوستوں نے بیٹھ کے خواہش کی کہ اچھا آج کے بعد ہم قرآن کو نہیں سنیں گے کیونکہ اگر ہم نے سُن لیا تو لوگ بھی کہیں گے یہ سُنتے ہیں تو ہم کیوں نہ سنیں، چاہے چُھپ کے سُنیں۔ اُنہوں نے وعدہ کر لیا کہ آج کے بعد ہم نہیں سُنیں گے۔ جب رات ہوئی تو اللہ کے نبیؐ عموماً قرآن پڑھتے تھے، تو اُن سب کے دل میں ایک آرزو اُٹھی کہ چلو ہم بھی

سُنیں۔ اچھا چلو میں سُنتا ہوں دوسروں کو نہیں بتاؤں گا۔ اُٹھا اور جا کے اللہ کے نبیؐ جہاں پڑھ رہے تھے وہاں چلا گیا۔ تو وہاں مزہ آیا اور سُننے لگ گیا۔ دوسرے کے ساتھ بھی یہی ہوا، تیسرے کے ساتھ بھی اور تینوں وہاں سے واپسی پہ مل گے اور ایک دوسرے کو لعن طعن کرنے لگے۔

حقیقت ہے آج بھی وہ لوگ قرآن پر بالکل عمل نہیں کرتے اور قرآن کی محفل جب میں بیٹھتے ہیں تو مزہ آتا ہے۔ اس وقت ان کا دل کرتا ہے کہ ساری دنیا کی چیزیں ایک طرف ہو جائیں اور ہم اس کو مان جائیں۔ لیکن واپس کیوں آجاتے ہیں اس لیے کہ وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ دنیا کی محبت بندے کو اس کتاب سے دور کرتی ہے۔ ایمان والوں کے دل میں قرآن کی محبت ہلچل مچاتی ہے۔ ان کے دلوں میں بھی قرآن داخل ہوتا ہے لیکن کافروں کو یہ قرآن بے چین کر دیتا ہے، کیونکہ یہ قرآن ان کی برائیوں کو دکھاتا ہے۔ ان کے لائف سٹائل پہ چوٹ لگتی ہے۔ ان کو ڈوز اینڈ ڈونٹس کا حکم دیتا ہے، یہ کرو یہ نہ کرو۔ اس لیے ایک محفل میں بیٹھ کر لوگوں کو تین چار قرآنِ پاک ختم کر لینا نسبتاً آسان لگتا ہے، لیکن اسی ایک محفل میں قرآنِ مجید کی دو چار آیتوں کی روشنی میں حیا، پردے، نماز، یا سود کے موضوع پہ آیتیں سننی مشکل ہو جاتی ہیں۔

اسی طرح اس کا تیسرا معنی ہے راستے کے ساتھ ساتھ چلنا۔ اُردو کا لفظ 'مسلک' وہ بھی اسی سے ہے۔ ' مسلک' اس راستے کو کہتے ہیں جس پہ لوگ چلتے ہیں۔ تصوف میں ایک لفظ بہت بولا جاتا ہے 'سلوک کی منزلیں' یہ سلوک بھی وہی ہے، سلک نرم ہوتا ہے اور دیکھنے میں کتنا باریک ہوتا ہے، لیکن مضبوط تار ہوتا ہے۔ اسکے ذریعے سے کیا کچھ بنایا جاتا ہے۔ تو گویا کہ اس کتاب کی طرف آئیں تو کوئی نہ کوئی ڈوری ہے جو کھینچتی ہے۔ کوئی بہت ہی بڑا انسان کے دماغ میں فتنہ آجائے جس کو آپ کہیں کہ آج کے دور

میں وائرس پھیل جائے تو وہ اس کتاب کو چھوڑ سکتا ہے ورنہ نہیں چھوڑ تا۔ چھوڑنا کیسے ہوتا ہے، کوئی قرآن چھوڑ تا نہیں ہے۔ خود سے پوچھیں قرآن کلاس سے جڑنے سے پہلے کیا آپ نے قرآن کو چھوڑا ہوا تھا۔ آپ کہیں گی نہیں لیکن کیا یہ تیرہ پارے پڑھ کے آپ کو لگا کہ قرآن چھوڑا ہوا تھا۔ چھوڑنے والے بھی نہیں مانتے کہ ہم نے چھوڑا ہوا ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے آپ کہتی کہ میں نہیں سنتی، تو آپ یہ نہیں کہیں گی کہ "میں نہیں سنتی" بلکہ آپ کہیں گی کہ میں کہیں اور جا کے سن لوں گی۔ یہ بھی نہ سننے کا نقطہ آغاز ہوتا ہے۔

میاں بیوی کے جھگڑے ہوتے ہیں تو بیوی یہ نہیں کہتی کہ میں تمہیں چھوڑ کے دوسرے مرد کے پاس جا رہی ہوں۔ اُسے پتا ہے کہ دوسرے کے پاس جانا آسان نہیں۔ اللہ نے طلاق، عدت، بڑے مراحل بیچ میں رکھے ہیں تو لفظ سَلَکَ کو پڑھ کے ایک بندھن کا احساس ہوتا ہے۔ یہ کتاب بندے کو باندھ دیتی ہے۔ اللہ اور اس کے بندے کے بیچ میں ایک پُل بن جاتا ہے۔ لیکن شیطان ہمیشہ خود بھی اس سے دور رہا اور دوسروں کو بھی اس سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس کا دل کرتا ہے کہ میں اسکو ختم کر دوں۔ ایسے لوگوں کو کتاب کا معاملہ اچھا نہیں لگتا۔ ناپسندیدگی کا اظہار کیسے کرتے ہیں۔

لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ سو وہ اس پر ایمان نہیں لاتے اور پہلوں کی روش بھی یہی رہی ہے۔

یعنی نبیوں کا بھی یہی طریقہ تھا کہ انہوں اللہ کی بات کی، لوگوں نے ان کو مجنوں کہا۔ لیکن وہ اپنی بات پہ جمے رہے۔ اور پچھلی قوموں کا بھی یہی حال تھا، باقی رہی بات کہ یہ آپ سے خوش ہو جائیں، یہ خوش نہیں ہونگے کیونکہ

وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ﴿۱۴﴾ اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ اُن پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں۔

لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ تو بھی یہی کہیں کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

یہ کس بات کی دلیل ہے، اللہ کے نبی کے پاس آکر معجزے مانگتے تھے اور اللہ کے نبیؐ انسان ہونے کے ناطے سوچتے تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے لیے کیا مشکل ہے۔ اگر ان کے مطالبے پورے کر دیے جائیں اور ادھر سے اُدھر ہو جائے، کچھ نہ کچھ ہو جائے تو ایمان لیں آئیں گے۔ تو اس کا جواب ان دو آیتوں میں دیا کہ آپ ان کے کہنے پہ پہاڑوں کا اِدھر سے اُدھر کرنا اور چشموں کا پھوٹنا کہتے ہیں، ہم تو اگر ان کے سامنے آسمان کو پھاڑیں، آسمان پھٹے، پھر یہ اس کے اوپر چڑھیں، یعنی یہ اُس آسمان کے اوپر جا کے چڑھنے بھی لگ جائیں تو پھر بھی کہیں گے کہ 'نہیں نہیں اصل میں ہماری آنکھوں پہ جادو کر دیا گیا ہے جو ہمیں لگ رہا ہے کہ ہم آسمان پہ چڑھے ہیں'۔ ہم کوئی نہیں چڑھے ہوئے۔ پھر یہ اس بات پہ اڑے رہیں گے کہ آپؐ نبی نہیں ہیں بلکہ جادوگر ہیں۔ یہ مراد ہے۔

اس پہ مختلف لفظ ہیں پہلا لفظ ہے فَظَلُّوْا ۔ظَلَّ ، يَظِلُّ ، ظ ۔ل ۔ل ۔ظَلَّ کہتے ہیں دن کے وقت کسی کام کا ہونا۔ آپ نے لفظ سنا ہو گا ظلِ ہما، ظِل سائے کو کہتے ہیں۔فَظَلُّوْا کہتے ہیں دن کے وقت کسی کام کو کرنا، یعنی دن کا وہ وقت جب کسی چیز کا سایہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں فَظَلُّوْا کا معنی ہے جاری رہنا، یعنی یہ سارا کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ہونے بھی لگ جاتا ہے یہ پھر بھی اس کو نہ مانتے۔ دوسرا لفظ ہے يَعْرُجُوْنَ عَرَجَ سے، ع ، ر ، ج ، اس سے لفظ عروج ہے۔ بلندی کو کہتے ہیں یعنی اوپر چڑھنا مَعَارِج،

سیڑھی کو بھی کہتے ہیں، تو گویا کہ یہ اوپر چڑھ جاتے۔سُكِّرَتْ کا لفظ سَكَرَ سے ہے ت، اس میں مؤنث کی ہے۔ سُكِرَ یسکّرُ، کیاہے، س، ک، ر، رُوک دینا، بند کر دینا۔ ہر وہ چیز جس میں نشہ آجائے۔ کیونکہ نشے میں عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ مرادیہ ہے کہ ہماری آنکھیں بند کر دی گئیں، یعنی جادو کے زور سے ہمیں یہ سب کچھ دکھایا جارہاہے۔بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ بلکہ ہم تو ایک ایسی قوم ہیں جس پہ جادو ہو گیا۔

ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ آنکھوں کو اور کانوں کو اللہ کے راستے میں نہیں استعمال کرتے پھر وہ کبھی نہیں حق پاتے۔ اللہ کا نبی، آخری نبی، پیارا نبی ﷺ ان کے سامنے ہیں اور ذرااُن کی مستیاں تو دیکھیں۔ کیا اس سٹائل میں کسی نبی سے بات کرنی چاہیئے۔ اتنے گستاخ تھے کہ اس طرح اللہ کے نبیؐ سے بات کر رہے ہیں۔

اب شروع سورۃ سے لیکر آیت پندرہ تک ایک ہی انداز تھا، نبی، اور ان کی مخالفت۔ کبھی معجزے ، کبھی باتیں۔ اب ان ساری باتوں کو بیان کرنے بعد ایک دم ایسے لگ رہاہے کہ جیسے بارش ہوئی اور اسکے بعد ہوا چل پڑی۔ آیت نمبر 16 سے 25 تک اللہ تعالیٰ اب اپنی قدرت کی نشانیاں۔ بہت ہی خوبصورت انداز ہے سورت حجر کا، کہ جب بندے کا دل بہت دکھی ہونے لگتاہے کہ ہائے یہ میرے نبیؐ کے ساتھ کیوں ایسے کرتے تھے، ان کو کتنی تکلیف ہوتی ہو گی، اللہ کے نبی تو کسی کو کچھ نہیں کہتے تھے۔ تو ساتھ ہی اللہ کی محبت کی باتیں،

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿۱۶﴾ اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لیے اُس کو سجا دیا۔

اب آسمانوں کی باتیں۔ ہم نے ابھی کائنات کا دیکھا ہی کیا ہے اور ہم اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں۔ ابھی صرف زمین دیکھی ہے اس کے پہاڑ پتھر، پھول، درخت، دیکھ کر ہم خوش ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کبھی آسمان کی سیر تو کر کے آؤ۔ تمہیں بڑا شوق ہے اوپر لیکے جاؤ، ہمارے لیے دروازے کھلیں۔ ہم غیب کے پردے دیکھیں، تو تمہیں پتہ ہے آسمانوں کی حقیقت کیا ہے، ایک پورا جہان ہے۔ کسی نے سات دن تک جا کر کسی 'مونٹینس' نام پہ کوئی جگہ ہے، وہاں جا کے سات دن کی وڈیو بنائی ہے۔ اور جو آسمان کے رنگ اور جو حرکتیں اُس میں دکھائی ہیں۔ یہ زمین کے ہنگامے اُن کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں۔ انسان کہتا ہے کہ مجھے کچھ نہ پوچھو، بس مجھے اپنے رب کی کائنات پہ غور کرنے دو، اس طرح انسان تڑپتا ہے۔ اتنی خوبصورتی ہے اوپر۔ ایسے لگتا ہے جیسے دلہن کی سیج سجی ہو۔ اتنے خوبصورت رنگ ہیں، لیکن ہم اس دنیا میں کھوئے رہتے ہیں۔ جتنا دوسروں سے گھلیں ملیں گے، اتنا 'مالک' سے دور رہیں گے۔ اللہ کہتا ہے اس دنیا میں کھوئے ہوئے ہو، ابھی تو میں نے تمہاری روح کی صورت میں تمہیں آسمانوں کی سیر کروانی ہے۔

آسمان پر؛ وہاں کیا بُرُوجًا ہے۔ بُرَج کی جمع ہے۔ یہ وہی بارہ برج ہیں جن کے اوپر لوگوں نے قسمت کا حال، اور اسکی شادی اس سے ہو سکتی ہے کہ نہیں، بنائے ہوئے ہیں۔ آیت 'متشابہات' میں سے ہے۔ کیسے ہوتی ہے؟ بس ہم تو صرف اتنی ہی بات کہے سکتے ہیں کہ اس کائنات کے اندر وہ کچھ ہے کے جس کو کوئی آنکھ واقعہ ہی دیکھ نہیں سکتی۔ جنت تو آسمانوں پہ ہی ہے۔ جب آپ اوپر کے وہ منظر دیکھتے ہیں تو لگتا ہے کہ بس ابھی جنت آنے والی ہے، اب اس کے اوپر ہی صدرۃ المنتہٰی ہو گا، اب اسکے اوپر ہی کہیں نہ کہیں جنت کا دروازہ نظر آ جائے گا، اسی لئے تو موت کے وقت مومن کی روح اُچھلتی ہے،

خوشیاں مناتی ہے یَآاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ کیونکہ میں نے اپنے رب کو ملنا ہے۔ دنیا میں تو ہم نے اتنا گند ڈالا ہوا ہے۔ اتنا فساد ہے، آسمانوں پہ تو صرف اطاعت والے بندے ہیں، تو وہاں کتنا سکون ہو گا۔ وہاں کوئی گندگی نہیں، کوئی خرابی نہیں۔ اللہ کہتا ہے وَّزَيَّنّٰهَا کون کہتا ہے زینت بُری ہے لِلنّٰظِرِيْنَ نظر رکھنے والوں کو۔ اللہ اس کائنات کے حسن سے ہمیں دکھاتا ہے کہ اللہ نے اس کائنات کو بدصورتی کے ساتھ نہیں پیدا کیا اور نہ تمہیں بدصورت بننے کی ضرورت ہے۔ لیکن اپنی خوبصورتی کے گن نہ گاؤ۔ اسی میں کھو کے اسی کو سجانے سوارنے میں اللہ کے حکموں کو نہ توڑو۔

خود سے سوال کر لیں کہ اتنا کچھ سننے پڑھنے کے باوجود ابھی بھی آرائش کے نام پہ ہم سے کتنے حکم ٹوٹتے ہیں۔ پارٹیز، شادیاں تو ہوتی رہتی ہیں، خود سے پوچھیں خوبصورت بننے کے نام پہ اللہ کے کون سے حکم توڑتی ہوں۔ جواب آپکے اندر سے آئے گا اور جس دن جواب آ گیا سمجھ لیں 'فرقان' مل گیا۔ حدوں میں رہنے میں خوبصورتی ہے۔ اللہ کہتا ہے خوبصورتی کائنات کے اندر ہے پچھلی آیات کو ذہن میں رکھیں۔

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وہاں سے پہلی وحی اُتر رہی ہے جس کی حفاظت کا ذمہ قیامت تک اللہ نے لیا اور اب یہاں کہہ رہے ہیں۔ دیکھو جہاں سے وہ وحی آ رہی تھی ہم نے تو ان راستوں پہ بھی چوکیدار بٹھا دیے۔

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿١٧﴾ اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اُسے محفوظ کر دیا۔

یہ وحی ہے، اس کو انکار کرتے ہو، اس ذکر کو بُرا کہتے ہو۔ ہم نے تو اس کے لیے پہرے لگا دیے تھے۔ یہ ساری ستاروں کی باتیں ہیں۔ ہم اپنی قسمت کے حالات معلوم کرتے رہیں، لوگوں سے جا کے

قسمتوں کے حال پوچھیں۔ اسلام میں کسی چیز کی اجازت نہیں۔ اسلام یہ کہتا ہے آنکھیں کھولو کہ ہم نے آسمانوں پر ستاروں کے ذریعے حفاظت کروائی ہے۔ سُبحان اللہ اس کائنات کی تخلیق بہت منظم طریقے سے ہوئی ہے۔

اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس آسمان پہ جو ستارے رکھے ہوئے ہیں یہ چوکیدار ہیں۔ جب کوئی وحی کے اندر جاکر رخنہ ڈالنا چاہتا ہے تو مِنۡ كُلِّ شَيۡطٰنٍ رَّجِيۡمٍ اُوپر سے ستارا اس کو پڑتا ہے۔ کبھی آپ نے پہلے دور میں سنا ہوگا کہ ستارے ٹوٹتے ہیں، یہ وہ بات ہے۔ یہ جو ہم کہتے ہیں ستارے ٹوٹتے ہیں تو اصل میں ستارے نہیں ٹوٹتے۔ پہلے دور میں آسمان پہ پہرے نہیں تھے۔ کھلے عام جنّات اور جو بھی مخلوقات تھیں یہ اُوپر نیچے آتی جاتی تھی۔ جب نبی ﷺ پر قرآنِ پاک کا نزول شروع ہوا، تو اچانک ایک دم آسمان پہ چیک پوسٹ لگادی گئی۔ پہلے جنّات اوپر جاکر خبریں سنتے تھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے آسمان پہ رعد کو حکم دیا کہ فلاں جگہ پہ جاکے گرجنا ہے، بارش برسانی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے، (یہ پڑھیں گے آگے یہ پوری ایک آیت ہے، سنتے ہوئے پڑھتے ہوئے ہاتھ کانپتے ہیں) تو اللہ کی آواز سے خوفزدہ ہوکے سب بے ہوش جاتے۔ جیسے کوئی بہت بڑا بندہ ایک دم آپ کا نام لے تو آپ کانپ جاتے ہیں، کہ کیا ہوا، کیا ہوا۔ پھر جب وہ سارے ذرا ہوش میں آتے، تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا کہا ہے۔ اللہ نے کیا حکم دیا ہے۔ جب وہ ایک دوسرے سے شئیر کرتے، کہ اللہ نے یہ کہا ہے تو جو نیچے سے آنے والے شیٰطین تھے، وہ یہ باتیں سن لیتے تھے کہ اللہ نے کہا اُدھر بارش کردو، اُدھر بجلی گرادو۔ وہ جنّات جب باتیں سنتے تو فوراً نیچے آکے وہ بات دنیا کے، جوتشی، کاہن یا شاعروں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔ اب ہوتا کیا جو باتیں غیب کی تھی کچھ راز چوری ہو جاتے۔

اور حدیث میں آتا ہے کہ وہ کاہن اور نجومی اس میں سو جھوٹ ملا کے بات کرتے اور ان کی بات کچھ سچ ہو جاتی اور کچھ جھوٹ ہو جاتی۔ پھر جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا، اور وہ بھی ایک خوبصورت سلسلہ تھا کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر وحی کا آنا۔ جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو اس بات کا ڈر تھا کہ اگر 'وحی' کی کوئی بات ان شیاطین نے سن لی تو یہ قرآن کے آنے سے پہلے ہی کچھ کا کچھ بنا دیں گے۔

آپ غور کریں کہ سورہ حجر کا پورا ٹاپک ہی حفاظت دین ہے۔ میں نے اور آپ نے اگر اس دین کو نہ پکڑا تو ہماری حفاظت نہیں ہو گی۔ یہ ساری باتیں ہم سورہ جن میں ایک جن کی زبان سے بھی پڑھیں گے۔ ایک جن کو آسمان پر آنے سے روک دیا گیا تو کہا کہ دیکھو زمین پر ضرور کوئی بڑی بات ہوئی ہے، جو ہمیں آسمان پر جانے سے روک دیا گیا۔ جب دیکھا تو پتہ چلا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ جا رہا ہے۔ نبوت اور وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ میں اور آپ اتنی محفوظ کتاب پڑھتے ہیں، اگر پھر بھی ہم اس کی اہمیت کو نہ پہچانیں تو بڑے افسوس کی بات ہے۔ یہ قرآن بہت بڑی چیز ہے۔ جب تک دل باقی چیزوں سے خالی نہیں ہو گا، یہ ہمارے دلوں میں نہیں بسے گا۔ ہم اصل خوشی کو چھوڑ کر دنیا کی عارضی اور نقلی خوشیوں میں کھو کے رہ گئے اور خوشی پھر بھی نہیں ملی۔ دعا کیجئے یہ قرآن ہمارے سینوں میں اتر جائے۔ اللہ کہتے ہیں ہم نے حفاظت بھی کی ہے لیکن

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨﴾ کوئی شیطان ان میں راہ نہیں پا سکتا، الا یہ کہ کچھ سن گن لے لے اور جب وہ سن گن لینے کی کوشش کرتا ہے تو ایک شعلہ روشن اُس کا پیچھا کرتا ہے۔

یہ اب کی بات ہے۔ جنوں کو پہلے تجسس کی اور باتیں سننے کی عادت تھی۔ تو اب جن یہ کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کے اوپر کھڑے ہو کر آسمان تک پہنچتے ہیں اور سب سے اوپر آسمان کے نزدیک والا جن

کان لگا کر اللہ اور فرشتوں کی بات سننے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ آسمان سے اسے ایک شعلہ پڑتا ہے، جس سے اوپر والا جن جلتا ہے اور جلنے کے دوران وہ دوسرے جن کو جتنی بات سنی ہوتی ہے بتا دیتا ہے۔ دوسرا جن تیسرے کو اور پھر اس طرح ہوتے ہوتے وہ بات سب سے نیچے والے جن تک پہنچ جاتی ہے۔ اور اللہ کے نبی نے فرمایا ہے کہ آخری جن تک پہنچتے پہنچتے وہ بات کچھ کی کچھ بن چکی ہوتی ہے۔ جو آخری جن تک بات پہنچتی ہے یہ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ ہے۔ 'سارِق" کا لفظ ہم پہلے بھی سن چکے ہیں۔ چرائی ہوئی چیز۔ اسْتَرَقَ، کسی کی چیز خفیہ طور پر بغیر بتائے چرا لینا، فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ، تو جو اللہ کی بات چرانے کی کوشش کرتا ہے اسے ایک شعلہ پڑتا ہے۔ یہ تو آسمان کی بات تھی۔ اب زمین کی بات

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ ہم نے زمین کو پھیلایا، اُس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی۔

رَاسِيَةٌ کی جمع رَوَاسِيَ، پہاڑ، زمین کو ہلنے سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہر چیز کو بالکل اُتنا رکھا، جتنا اُسے ہونا چاہیئے۔ مَّوْزُوْنٍ وزن سے ہے۔ ہر وہ چیز جو وزن رکھتی ہے۔ آج سائنس نے ثابت کیا کہ ہر چیز اپنے مکمل وزن کے حساب سے چل رہی ہے۔ اللہ نے ہر چیز کو اُس کے پرفیکٹ حساب سے رکھا۔ اگر دیمک کو دیکھیں تو مادہ دیمک اپنے انڈے خود کھا جاتی ہے۔ صرف چند انڈے بچتے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتی تو اب تک ساری دنیا کو دیمک کھا چکی ہوتی۔ مچھلیاں کئی ہزار انڈے دیتی ہیں۔ اگر یہ سب انڈے مچھلی بن جائیں تو جتنی آج مچھلیوں کی تعداد ہے اُس سے دُگنی ہو جائے۔ انسان کو دیکھ لیں۔ ایک ملاقات سے ایک مرد کے جسم سے جتنے سپرمز نکلتے ہیں اگر وہ سب ماں کے انڈے

سے مل جائیں تو ایک ایک ماں کے ہزار ہزار بچے ہوں۔ كُلِّ شَيۡءٍ مَّوۡزُوۡنٍ ٹھیک اندازہ۔ اُس رب نے کائنات میں اتنا بیلنس رکھا ہوا ہے۔ شارک جب مچھلیوں کو کھاتی ہے تو اس کے دانتوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پھنس جاتی ہیں۔ اللہ نے پانی میں بہت سے چھوٹے چھوٹے جانور بنائے ہوئے ہیں تو وہ جانور شارک کے دانتوں میں پھنسی ہوئی مچھلیوں کو کھاتے ہیں۔ ہمیں کھانے کے غم لگے ہوئے ہیں۔ اللہ کہاں کہاں رزق دیتا ہے۔

سورۃ یٰسین میں ہم پڑھتے ہیں ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ﴿۳۸﴾ یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے ۔ اپنے معاملات اُس پہ ڈال کے تو دیکھیں، آپ حیران ہوں گے کہ وہ آپ کے کام کیسے کرتا ہے۔ ہم اپنے ہاتھوں میں اپنے کام لے کے روگی بنے ہوئے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کہتے ہیں تمہیں میری قدر ہی نہیں۔ ہم تو سجدے کرتے ہوئے نہ تھکیں کہ ہم اُس عظیم ہستی کا کلام پڑھ رہے ہیں۔

وَجَعَلۡنَا لَـكُمۡ فِيۡهَا مَعَايِشَ وَمَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِيۡنَ ﴿۲۰﴾ اور اس میں معیشت کے اسباب فراہم کیے، تمہارے لیے بھی اور اُن بہت سی مخلوقات کے لیے بھی جن کے رازق تم نہیں ہو۔

مَعَايِشَ لفظ، معیشت کی جمع ہے۔ ذرائع آمدنی کو کہتے ہیں۔ مَنۡ لَّسۡتُمۡ لَهٗ بِرٰزِقِيۡنَ جنکو تم رزق نہیں دینے والے، وہی شارک کے دانتوں میں پھنسی ہوئی مچھلیوں کو یاد کر لیں۔ پالتو مخلوق کو تو تم کھلاتے ہو گے، یہ جو باہر پھرتے ہیں انہیں کون کھلاتا ہے۔ اللہ کھلاتا ہے۔ الحمدللہ!